ڈاکٹر دلشاد بیگم *

اسلام میں شہادت (گواہی) کب واجب ہو جاتی ہے

شہادت کا وجوب

وہ حق جس کا ایک فریق دعویٰ کرے اور دوسرا فریق انکار کرے اس کے لئے شہادت کی ضرورت پیش آئے گی کیونکہ بغیر شہادت کے کسی کا حق ثابت نہیں کیا جاسکتا اور شہادت مدعی فریق پیش کرے گی دوسری جانب اگر ایک فریق کسی حق کے لئے دعویٰ کرے اور دوسرا فریق یعنی مدعاعلیہ جس پر دعویٰ کیا گیا ہو وہ اس دعویٰ کو تسلیم کرے تو اس صورت میں شہادت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ متنازعہ فیہ حقائق کو شہادت سے ثابت کیا جاسکتا ہے اور جو حقائق تسلیم کئے جاتے ہیں وہاں شہادت کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ شہادت مقدمہ اور مقدمہ سے متعلقہ حقائق کے بارے میں پیش کی جاتی ہے۔ شہادت کسی بھی مقدمہ کے بارے میں موجود یا غیر موجود حقائق کے بارے میں دی جاسکتی ہے اور ایسے دوسرے حقائق جس کو قانون شہادت مقدمہ سے متعلق تسلیم کرتی ہے شہادت دی جاسکتی ہے لیکن مقدمہ سے غیر متعلقہ باتوں کے بارے میں شہادت نہیں دی جاسکتی۔

مثلاً الف پر ب کے قتل کا الزام ہے کہ اس نے (ب) کو چاقو سے مارا جس کے نتیجے میں وہ قتل ہو گیا۔ الف پر مقدمہ ان حقائق کی روشنی میں چلایا گیا (ا) الف نے (ب) کو چاقو سے مارا۔ الف کی مار (ب) کے قتل کا سبب بنی اور الف کا ارادہ ب کو قتل کرنے کا تھا وغیرہ...... یا الف اور (ب) کے درمیان ایک خاص معاملہ طے ہوا تھا بعد میں دونوں کے درمیان تنازعہ پیدا ہو گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا واقعی ان دونوں کے درمیان کوئی معاہدہ ہوا تھا یا نہیں یہ صرف دھوکا ہے الف کہتا ہے کہ یہ معاہدہ درست ہے لیکن (ب) کہتا ہے کہ یہ دھوکا دہی ہے۔ الف ثابت کرے گا (ب) کے حوالے سے کہ یہ معاملہ درست ہے اور (ب) ثابت کرے گا الف کے حوالے سے کہ یہ معاملہ غلط ہے لیکن ان دونوں جھگڑوں میں نہ صرف الف کے بیان پر اعتبار کیا جاسکتا ہے اور نہ صرف (ب) کا بیان قابل اعتماد ہے اس لئے کہ دونوں اپنے مفادات کی بات کریں گے۔ اس صورت میں گواہی واجب ہو جاتی ہے۔

---

* پرنسپل گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج پشاور

ایک صورت یہ کہ کوئی فریق دوسرے کا حق مان لے اور اقرار کا بیان دے دے لیکن جب کوئی پولیس آفیسر کی تحویل میں ہو تو کوئی بیان اس کا کسی شخص کے خلاف یا اقرار ثابت نہ ہو سکے گا اگر کوئی شخص پولیس آفیسر کے سامنے اپنے جرم کا اقرار کرتا ہے اور عدالت کے روبرو جرم سے انکار کرتا ہے اس صورت میں پولیس آفیسر کو یہ اختیار نہیں ہے۔ قانوناً کہ وہ شہادت سے ثابت کرے کہ ملزم نے اقرار جرم کر لیا تھا اور اس بیان کی بنیاد پر عدالت فیصلہ نہ کرے گی اور نہ اس کا عدالتی نوٹس لے گی عدالت کا کام ان حقائق کا عدالتی نوٹس لینا ہے جو پاکستان کے رائج الوقت قانون کے مطابق درست ہوں یعنی یہ لوگوں کو امر واقعہ کا بیان کرنا ہے اور عدالت اس کی بنیاد پر فیصلے صادر کرتی ہے۔ [۱]

یعنی قضاء مقصود اور شہادت اس کا وسیلہ ہے۔ اور وسیلہ پر مقصود مقدم ہوتا ہے۔ شہادت اس وقت واجب ہو جاتی ہے (حقوق العباد میں) جب صاحب حق شاہد سے شہادت کی درخواست کرے اور اس صورت میں بھی شہادت واجب ہو جاتی ہے جب کسی صاحب حق کا حق ضائع ہو جانے کا خوف ہو اور صاحب حق کو شاہد کی شہادت کا علم نہ ہو یعنی اسے معلوم نہ ہو کہ کون سا شخص اس کے حق کی حقیقت سے باخبر ہے جبکہ دوسری جانب شاہد کو اصل حقیقت کا علم ہو اور شاہد کو یہ خدشہ لاحق ہو کہ اگر اس نے گواہی نہ دی تو حقدار کا حق ضائع ہونے کا احتمال ہے اس صورت میں شاہد پر گواہی واجب ہوگی اگرچہ مدعی نے اس سے گواہی طلب نہ کی ہو۔ یعنی حقوق العباد میں شہادت شاہد پر اس وقت واجب ہے جبکہ اسے شہادت کیلئے بلایا جائے مگر جب کسی کا حق ضائع ہونے کا خوف ہو تو بغیر بلائے جانے کے بھی شاہد پر گواہی واجب ہے ادائے شہادت فرض ہے حق تعالیٰ کے اس قول سے (لاتکتموا الشهادة ومن یکتمها فانه آثم قلبه) (سورۃ البقرۃ:۲:۲۸۳) [۲]

ترجمہ: ''نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اس کو چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہے''

تو ثابت ہوا کہ کتمان شہادت قاضی سے حرام ہے پس قاضی کے سامنے سچی شہادت دینا شاہدوں پر فرض ہے اس آیت کے ذریعے یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ جو شہادت کو چھپائے گا اور مجرم کی پشت پناہی کرے گا تو اس کا دل گنہگار ہے اور یہ تاکید پر تاکید ہے۔ یہاں گناہ کی نسبت دل کی طرف ہے جو اشرف الاعضاء ہے اور بدن کا رئیس ہے کیونکہ دل وہ جگہ ہے جہاں حق کو چھپایا گیا یعنی دل میں بات چھپائی گئی اور اظہار سے گریز کیا گیا اس لئے دل کو گناہ کی آماجگاہ یا ٹھکانہ قرار دیا گیا جبکہ باقی گناہوں کا تعلق ظاہری اعضاء وغیرہ سے ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

ولا یاب الشهداء اذا ما دعوا (سورۃ البقرۃ:۲:۲۸۲) [۳] یعنی انکار نہ کریں شاہد جبکہ وہ شہادت کے لئے بلائے جائیں۔ شہادت فرض کفایہ ہے جو بعض کی گواہی سے باقیوں کے ذمے سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر دو شاہدوں کے علاوہ تحمل شہادت اور ادائے شہادت کے لئے کوئی اور موجود نہ ہو تو شہادت فرض عین بن جاتی ہے۔ لیکن اگر اور لوگ موجود ہوں جو تحمل شہادت اور ادائے شہادت کے اہل ہوں اور اگر اور لوگ گواہی کے لئے موجود نہ ہوں تو شہادت سے

امتناع اور گریز کرنا جائز نہیں (۴)۔ ادائے شہادت کے وجوب کی سات شرائط ہیں:

۱۔ عدالت قاضی شاہد کے گھر کے قریب ہو۔

۲۔ شاہد کو یہ علم ہو کہ قاضی اس کی شہادت کو قبول کرے گا۔

۳۔ شاہد کو یہ علم ہو کہ دوسرے گواہوں کی نسبت قاضی عدالت اس کی گواہی کو جلد قبول کرے گا اور اس طرح حق دار کو حق جلد دستیاب ہو جائے گا۔

۴۔ اگر گواہی حقوق العباد سے متعلق ہو تو دعویٰ عدالت میں دائر ہو چکا ہو اور شاہد کو شہادت کیلئے طلب کیا گیا ہو۔

۵۔ اسمیں یہ بھی شرط ہے کہ شاہد کا نعم البدل کوئی اور موجود نہ ہو اسلئے کہ پھر شہادت فرض کفایہ سے فرض عین ہو جاتی ہے

۶۔ اگر تحمل اور ادائے شہادت کے لئے دو شاہدوں کے علاوہ اور شاہد موجود نہ ہوں۔

۷۔ ساتویں شرط یہ ہے کہ یہ اچھی طرح معلوم ہو کہ قاضی عادل ہے تو گواہی دینا واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر معلوم ہو کہ قاضی غیر عادل ہے تو گواہی واجب نہیں ہوتی اور گواہی نہ دینا اس صورت میں جائز ہے کیونکہ اگر قاضی غیر عادل ہوگا تو خواہ مخواہ طعن کرے گا اور شہادت کو قبول نہ کرے گا اگر ظن غالب اس بارے میں ہو کہ قاضی گواہی کو قبول کرے گا تو پھر گواہی دینا شاہد پر واجب ہو جاتی ہے۔ (۵)

جہاں تک اقرب مکان کا قاضی کی عدالت سے تعلق ہے تو اگر مکان اتنا دور ہے کہ مجلس عدالت تک جانا اور اسی دن پلٹ کر گھر آنا ممکن نہیں تو فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس صورت میں اگر شاہد شہادت نہ دے تو گنہ گار نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں شاہد کا نقصان ہے اور اسے آنے جانے کی تکلیف ہے جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا یضار کاتب ولا شہید (سورۃ البقرۃ: ۲-۲۸۳) (۶)

ترجمہ: ضرر نہ پہنچایا جائے کاتب اور شاہد کو"

اگر شاہد کو معلوم ہو کہ میری گواہی قاضی قبول نہ کریگا تو اس پر گواہی دینا لازم نہیں یا اگر شاہد کو یہ علم ہو کہ میری گواہی اور شاہدوں کی نسبت جلد تر قبول کی جائیگی تو اس صورت میں اس شاہد پر شہادت واجب ہو جائیگی اگر چہ اور گواہ بھی ایسے موجود ہوں جن کی شہادت قابل قبول ہو (۷)۔ لیکن اس صورت میں علامہ مقدسی تامل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب وہاں اور شاہد موجود ہیں اور ان سے حق ثابت ہو سکتا ہے تو پھر اس شاہد پر شہادت واجب نہیں ہوتی۔ (۸)

جب تک شاہد کو شہادت کے لئے بلایا نہ جائے تو اس پر شہادت کی ادائیگی واجب نہیں لیکن اگر صاحب حق کا حق ضائع ہونے کا اندیشہ ہو یا صاحب حق شاہد سے ناواقف ہو یعنی اسے یہ علم نہ ہو کہ فلاں شاہد کی شہادت میرے حق میں مفید ہے اور مجھے اپنا حق مل سکتا ہے اور وہ عدم علم کی وجہ سے شاہد کو شہادت کیلئے طلب نہیں کرتا اور شاہد کی اس بات کا علم ہے تو شاہد پر واجب ہے کہ از خود عدالت جا کر حق کی گواہی دے اور حق کو زندہ کرے، ہاں اگر اور بھی شاہد مقبول

الشہادت موجود ہوں اور انہوں نے گواہی بھی دی ہو اور ان کی گواہی مقبول بھی ہوگئی یہ تو اس صورت میں گواہی نہ دینے پر گنہگار نہ ہوگا اور اگر ان کی گواہی قبول نہ کی گئی ہو تو گواہی نہ دینے پر گنہگار رہوگا۔ اس صورت میں بھی شہادت واجب ہے کہ شاہدوں کو دو عادل اشخاص نے یہ خبر نہ دی ہو کہ مدعی نے اپنا قرض وصول کرلیا ہے یا شوہر نے بیوی کو تین بار طلاق دے دی ہے یا مقتول کے وارثوں نے قاتل کو مقتول کا خون معاف کردیا ہے تو اب شاہدوں کو گواہی واجب ہے اور اگر دو عادل مخبروں نے یہ خبر دے دی ہو تو پھر شاہدوں کو دین، نکاح اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں اور اگر خبر دینے والے عادل نہ ہوں تو شاہدوں کو اختیار ہے کہ چاہیں تو گواہی دیں اور قاضی سے مخبرین کی خبر بیان کردیں اور چاہیں تو گواہی نہ دیں۔ لیکن اگر خبر دینے والا ایک عادل شخص ہو تو شہادت نہ دینے میں اختیار نہیں ہے، اسکے علاوہ اگر شاہد کو یہ معلوم نہ ہو کہ اقرار کرنے والے نے خوف سے اقرار کیا ہے یا اسے ڈرایا دھمکایا گیا ہے تو اسکے اقرار کی گواہی نہ دے۔ (۹)

اسی طرح کتابت فرض ہے جبکہ کاتب متعین ہو جائے یعنی جب اس کا کوئی بدل نہ ہو لیکن کاتب کو کتابت پر اور شاہد کو شہادت پر اجرت لینا جائز نہیں ہاں اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سواری پر سوار کرائیگا تو اسکی گواہی مقبول ہوگی، اور عذر سے سواری دینے سے گواہی کی مقبولیت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا اس کیلئے دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اکرموا الشھود فان اللہ تعالیٰ یُحیی الحقوق بھم۔ (۱۰)

''یعنی شاہدوں کا اکرام کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے حقوق کو زندہ کرتا ہے''

اس لئے اگر شاہد ایسا پیر و بزرگ ہے کہ چلنے پر قادر نہ ہو اور جانور کا کرایہ دینے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کے لئے سواری کا بندوبست کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس دلیل کی رُو سے شاہدوں کی تکریم وتوقیر اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی وجہ سے لوگوں کو ان کے حقوق دلواتا ہے اور ان کی وجہ سے ظلم کو دفع کرتا ہے تو پیر مرد کو سواری دینا اس کی تعظیم کے لئے ہے اور ''امام ابو یوسفؒ نے شاہدوں کو کھانا دینا مطلقاً جائز رکھا ہے اور اس کا فتویٰ دیا ہے مصنفؒ بھی اس کی تائید کرتے ہیں اور محمدؒ نے شاہدوں کو کھانا کھلانا وغیرہ مطلقاً منع فرمایا ہے۔ (۱۱)

اب امام یوسفؒ جو اپنے وقت کے بہت بڑے قاضی تھے اور مصنف عبدالرزاقؒ نے جو شاہدوں کے اکرام اور خاطر تواضع کا حکم دیا ہے اس کی دلیل حدیث نبویؐ ہے کہ شاہدوں کا اکرام کرو کہ ان کے ذریعے اللہ حقوق زندہ کرتا ہے جس کے تحت ان کا فتویٰ زیادہ درست ہے۔ (۱۲)

اس لئے کہ وہ یعنی شاہد نہ اجرت لیتے ہیں اور اپنا وقت اس کام کے لئے وقف کرتے ہیں اور ان کی گواہی کی بدولت بہت سے حقداروں کو ان کا حق مل جاتا ہے اگر وہ گواہی کے لئے نہ آئیں تو مدعی پریشان حال گواہوں کو ڈھونڈتا پھیرے اسلئے گواہوں کا اکرام ضروری ہے اور خدا اور رسول اللہ ﷺ کو بھی یہ بات پسند ہے اور جہاں تک امام محمدؒ کے فتویٰ کا تعلق ہے تو ان کا خیال ہوگا کہ اس طرح گواہوں کو لالچ ہوگا اور شاید اس لالچ میں جھوٹی گواہی کو رواج ہو جائے

اورلوگ گواہ خریدنے لگیں اور بیروزگار اس شہادت کو اپنی روزی کا سبب بنالیں اور حق گواہی نایاب ہوجائے اور گواہی دینا ایک پیشہ اور تجارت بن جائے جیسا کہ آج کل ہوچکا ہے شاید اسی سے بچنے کے لئے امام محمدؒ نے گواہ کے قیام و طعام وسواری کے بندوبست کو مطلقاً حرام کردیا ہے۔ لیکن گواہوں کا اکرام اچھی بات ہے اور یہ مدعی پر دارومدار رکھتا ہے کہ وہ گواہ کو لالچی نہ بنائے بلکہ بکاؤ گواہ نہ بنائے اور ایسے لوگوں کو گواہی کے لئے بلائیں جو شہادت کی شرائط پر پورے اترتے ہوں سچے ہوں عادل ہوں اور باکردار ہوں۔

شہادت کا وجوب بلا دعویٰ حقوق اللہ میں:

شہادت کی ادائیگی واجب ہے بغیر دعویٰ کے حقوق اللہ میں۔ اس سے مراد فرض ہونا ہے۔ چاہے فرض کفایہ ہو اور چاہے فرض عین ہو۔ حق اللہ میں قبول شہادت بلا طلب کی وجہ اللہ تعالیٰ کے حق کو ثابت کرتا ہے۔ حق اللہ جیسا کہ ہر شخص پر واجب ہے تو شاہد بھی ان میں شامل ہے اور اس پر بھی حق اللہ واجب ہے تو اس طرح شاہد ایک لحاظ سے مدعی ٹھہرا کہ اس پر شہادت واجب ہوئی اور ایک لحاظ سے شاہد ٹھہرا کہ اس نے تحمل الشہادت ادا کی۔ اس طرح مدعی کی کوئی ضرورت باقی نہ رہی۔ جبکہ فقہا نے قاضی کو بھی حق اللہ میں مدعی کہا ہے۔

حقوق اللہ:

۱۔	طلاق عورت	۲۔	عتق جاریہ	۳۔	تدبیر جاریہ
۴۔	وقف	۵۔	ہلال رمضان	۶۔	حدود سوائے حد قذف اور حد سرقہ
۷۔	نسب	۸۔	خلع	۹۔	ایلاء
۱۰۔	ظہار	۱۱۔	مصاہرت	۱۲۔	حریت اصلیہ صاحبین کے نزدیک
۱۳۔	عتق عبد صاحبین کے نزدیک	۱۴۔	نکاح [۱۳]		

جہاں تک وقف کا تعلق ہے تو اگر وقف قوم پر ہو تو گواہی بغیر دعویٰ تمام ائمہ کے نزدیک نامقبول ہے اور اگر فقیروں یا مسجد پر وقف ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے ہاں بغیر دعویٰ مقبول نہیں جبکہ صاحبین کے نزدیک بلا دعویٰ مقبول ہے۔ [۱۴]

اور ہلال رمضان کی گواہی بلا دعویٰ مقبول ہے۔

اور ہلال فطر کی گواہی بلا دعوی نامقبول ہے۔

اور عیدالاضحیٰ میں اختلاف ہے اور نسب کو بلا دعویٰ قبول کیا ہے۔

اور ایلاء ظہار اور مصاہرت کی قبولیت کیلئے یہ شرط رکھی ہے کہ گواہی کے وقت مشہود علیہ موجود ہو تو ان کے حق میں گواہی بلا دعویٰ مقبول ہے اور نکاح اسلئے بلا دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ حلت اور حرمت شرمگاہ حق اللہ اور حق اللہ میں بلا دعویٰ شہادت واجب ہے اور غلام کی آزادی میں صاحبین کے نزدیک حق اللہ غالب ہے اس لئے شہادت واجب ہے

اسلئے کہ آزادی سے حقوق اللہ منسلک ہوتے ہیں یعنی آزاد انسان پر وجوب زکوٰۃ جمعہ اور عید اور حج اور حدود اللہ عائد ہوتے ہیں اسلئے اس میں اللہ کا حق غالب ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس میں بندے کا حق غالب ہے اسلئے بلا دعویٰ گواہی واجب نہیں۔ اسلئے کہ آزادی کا فائدہ بندے کو ملتا ہے جہاں تک حسبہ کے بارے میں شہادت کا تعلق ہے تو اگر حسبہ کا شاہد بلا عذر گواہی دینے میں تاخیر کردے تو فاسق ہو جائے گا اور گواہی اس کی ردّ کر دی جائیگی۔ مگر اس رائے کی تائید صاحب بحر نے ان گواہوں کی گواہی سے کی ہے۔ اور یہ دلیل پیش کی ہے کہ ان گواہوں نے حرمت غلیظہ کی گواہی پانچ دن کے بعد دی اور ان کو کوئی عذر بھی در پیش نہ تھا سو ان کی گواہی قبول نہ کی گئی۔ (۱۵) ......

عورت کی طلاق بائن گواہی حق اللہ ہے اسی طرح لونڈی کی آزادی یا اس کی آزادی کی تدبیر کرنا اس لئے حق اللہ ہے کہ مولیٰ پر اس کی شرمگاہ اب حرام ہوگئی ہے اور اسی طرح تدبیر سے اس کی شرمگاہ وارثوں پر مولیٰ کی موت کے بعد حرام ہوگئی ہے اور حرمت حق اللہ ہے، اسی طرح غلام کی آزادی اور اسکی تدبیر کرنا ہے۔

لیکن غلام کی آزادی کی تدبیر میں اختلاف موجود ہے کہ آیا یہ حق اللہ ہے یا حق عبد جبکہ لونڈی کی آزادی اور تدبیر پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ حق اللہ ہے۔

اسی طرح رضاعت حق اللہ ہے اور اس میں عورت کی گواہی بلا دعویٰ واجب ہے۔ اب یہ بات کہ شاہد پر اس وجہ سے اعتراض کرنا کہ ثواب حاصل ہو تو یہ مقبول ہے کیونکہ وہ حق اللہ ہے اگر تنقید کرنے والا شاہد میں ثواب کے ارادے سے تنقید کرے تو ظاہراج مقبول ہے کہ حسبہ شاہد سے حال واقع ہو۔ یہ چودہ حقوق اللہ ہیں جن کا ذکر امام زین الدین ابن نجیم (م ۹۷۹ھ) ہے کہ جن میں بلا دعویٰ گواہی دینا واجب ہے۔ (۱۶)

امام زین الدین ابن نجیم (م ۹۷۹ھ) اور.........طحطاوی نے اٹھارہ (۱۸) حقوق ذکر کئے یعنی عتق عبد اور اس کی تدبیر اور رضاعت اور ان کے مترادف ہیں طعن شاہد.........اسی طرح یہ اٹھارہ مقدمات حقوق اللہ میں شامل ہیں اور بلا دعویٰ اس میں گواہی دینا واجب ہے۔ (۱۷)

بلا دعویٰ حقوق اللہ میں اور حقوق العباد میں عورت کی گواہی بعض جگہ تنہا مقبول ہے جیسے نسب، رضاعت اور تمام نسوانی مسائل میں تنہا عورت کی گواہی مقبول ہے اور حدود اور قصاص کے علاوہ باقی معاملات میں عورتوں کی مشترکہ شہادت قبول ہے جبکہ حزم ظاہری حدود وقصاص میں بھی عورت کی شہادت کو قبول کرتے ہیں جبکہ ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی ہو جبکہ تمام ائمہ وفقہا نظریہ ضرورت کے تحت تمام معاملات میں عورت کی گواہی کے وجوب وقبول کے قائل ہیں۔

(جاری ہے)